انصار الامام المهدی ﷺ کا پروڈکشن / 2070م / 10 محرم الحرام 1437ھ

المقربون

السید احمد الحسن ﷺ

کی کتاب المتشابہات کے ایک سوال کا جواب

ج2 ، ص 16 ، سوال 26

اگر آپ نے سید احمد الحسنؑ کی دعوت سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی ہیں تو اس ویبسائٹ سے رجوع کریں:

www.almahdyoon.org

بسم الله الرحمن الرحيم

مخففات

(علیہا السلام) یا (علیہ السلام) / ؑ - اللہ ان پر سلام بھیجے

(علیہم السلام) - اللہ ان سب پر سلام بھیجے

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا ﷺ - اللہ ان پر اور ان کی آل پر درود اور سلام بھیجے

(سبحانہ و تعالی) - با عظمت اور بلند ہو

(عزوجل) - با عزت اور غالب

اردو ترجمہ

سوال 26: اس آیت کا کیا معنی ہے : (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ کچھ لے کر اس سے کوئی فدیہ لی جائے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی)[1] ؟ اور اللہ تعالی یہ بھی فرماتا ہے (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کی جائے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) [2]

کیا یہ آیات شفاعت کی نفی کرتی ہیں؟

جواب: یہ آیات مکمل شفاعت کی نفی نہیں کرتیں.

(اور اس دن سے ڈرو) : کا مطلب ہے ایک دن سے ڈرنا اور یہ دن موت کا دن ہے، یعنی موت کا گھنٹہ یا موت کے لمحات. اگرچہ سفارش جس کسی کے پاس بھی ہو وہ اس دنیا میں ہر گھڑی، موت کے بعد قبر میں ، برزخ اور قیامت کے دن فائدہ مند ہو گی تاہم موت کے وقت کسی کے لئے کوئی سفارش نہیں ہے . بلکہ موت کے وقت نہ تو انصاف اور نہ ہی کوئی نیکی قبول کی جاتی ہے.

اور یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ موت جسم سے روح کے نکلنے کو کہتے ہیں اور اس نکالنے یا لیجانے یا مکمل طور پر ہٹانے کے لئے روح اور اس دنیا کے درمیان بندھنوں کا کاٹنا ضروری ہے . اور ان بندھنوں کی حجم اور کثرت کے لحاظ سے روح کا جسم میں اٹکاؤ بھی زیادہ ہو گا . لہٰذا ان بندھنوں کو کاٹنے سے تکلیف کا ہونا لازم ہے . اور اس تکلیف کی روک تھام یا خاتمے کے لئے کسی سفارش کرنے والے کی سفارش فائدہ مند نہیں ہو گی . بلکہ کسی انسان کا کوئی بھی عمل اس تکلیف کی روک تھام یا خاتمے کے لئے فائدہ مند نہیں ہو گا.

(اور نہ کچھ لے کر اس سے کوئی فدیہ لی جائے گی) : اور یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان کا اس دنیا (گھر، بیوی، بچوں ، پیسوں اور دوسری دنیاوی اشیاء) سے لگاؤ ان رسیوں کی مانند ہے جن سے انسان نے خود کو باندھ رکھا ہے. اور ان رسیوں اور بندھنوں کو کاٹے بغیر روح جسم سے الگ نہیں ہو سکتی ، اور نہ ہی اس دنیا سے باہر نکل سکتی ہے . اور کوئی بھی موت کی تکلیف سے بچ نہیں سکتا سوائے اس کے جس کا جسم اس دنیا میں ہوتا ہے جبکہ اس کی

---

[1] البقرہ: 48
[2] البقرہ: 123

روح ساتویں آسمان کے اونچے گروہ سے منسلک ہوتی ہے . اور وہ المقرّبون ہیں . امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جس کا مطلب ہے (میں تو صرف آپ کا ایک ہمسایہ تھا ، اور میرا جسم کچھ دنوں تک آپ کے پڑوس میں رہا)[1] اور اللہ تعالی نے فرمایا (اور اگر وہ مقربین[2] میں سے تھا تو آرام ، انعام اور خوشی کا باغ ہے)[3] .

اور موت کے لمحات میں کوئی سفارش یا نیکی فائدہ مند نہیں ہو گی ، سوائے ایک صورت کے اور وہ صورت ہے جب قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہوگی ، اور اس وجے سے یہ رسیاں بغیر تکلیف کاٹی جائیں گی ، بالکل اسی طرح جیسے ابراھیم علیه السلام کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی اور انہیں جلا نہیں سکی ، یا اللہ کی مرضی سے ایسی رکاوٹ اس میں ڈالی گئی کی جس کی وجہ سے ان پر علیه السلام اثر نہیں کرسکی . اور ہم دیکھتے ہیں کہ قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ایک عام معاملہ نہیں ہے ، بلکہ یہ صرف اور صرف ان صورتوں میں ہوجاتا ہے جن کا تعلق اللہ کے وجود کے ساتھ ہے یا اللہ سبحانہ کا کسی کام سے تعلق یا کسی شخص سے تعلق ، اور وہ ان قدرتی قوانین کی خلاف ورزی کی تایید کررہا ہے .

لہٰذا اصحابُ الیمین[4] جن کا رتبہ المقربون سے کم ہے وہ ، اس کے باوجود کے وہ جنت والوں میں سے ہیں وہ موت کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے ، کیونکہ اللہ تعالی موت کے وقت ان کی حالت کے بارے میں خاموش ہے . اللہ تعالی فرماتا ہے : (اور اگر وہ اصحابُ الیمین میں سے تھا ، تو اصحابُ الیمین کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو)[5] - یعنی موت کے وقت اس شخص کی حالت بیان نہیں فرمائی جو اصحابُ الیمین میں سے تھا ، اگرچہ (سورۃ الواقعہ) کی آخری آیات موت کی حالت کو بیان کرتی ہیں ، مگر اس نے ان کی موت کے بعد کی حالت بیان فرمایا ہے ، پھر نبی سے کہا اصحابُ الیمین کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو -

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی تالیف: ج9، ص116

[2] ترجمان کا کامنٹ: مقربون اور مقربین دونوں عربی کے الفاظ ہیں، پہلا مبتدا اور فاعل کے صیغوں میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرا مفعول اور مضاف الیہ کے صیغوں میں، اور دیگر حالتوں میں بھی دونوں استعمال ہوتے ہیں - ان کا ترجمہ (قریب کئے ہوئے لوگ) ہے - یہاں اصلی عربی لفظ کو اسلئے برقرار رکھا گیا تاکہ اردو ترجمے میں روانگی رہے -

[3] الواقعہ: 90-91

[4] اصحابُ الیمین کا ترجمہ ہے (داہنے ہاتھ والے) - یہاں پر اصلی عربی عبارت کو برقرار رکھا گیا تاکہ اردو ترجمہ میں روانگی رہے

[5] سورۃ الواقعہ:91-90

اورسب سے بہترین مثال جس کے ذریعے ان تینوں اقسام یعنی **(مقربین ، اصحابُ الیمین اور جھٹلانے والوں اور گمراہوں)** کے تصور کی وضاحت ہوتی ہے وہ طالوت کا اپنے ساتھی فوجیوں کی آزمائش ہے. جب وہ ایک صحرا سے گزرا اور انہیں پیاس لگی تو اس نے راستے میں انھیں ایک دریا دکھایا. پھر طالوت نے ان سے کہا : **(بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمائے گا. تو جو اس کا پانی پیئے گا وہ مجھ سے نہیں ہے ، اور جو چکھے گا نہیں وہ مجھ سے ہے ، سوائے اس کے جو چلو بھر لیتا ہے ، لیکن انہوں نے اس سے پیا ، سوائے چند ایک کے)**[1]. یعنی جو شخص چکھے گا نہیں وہ مقربین میں سے ہے ، اور جو چلو بھر لیتا ہے وہ اصحابُ الیمین میں سے ہے ، اور جو اس سے پیتا ہے وہ جھٹلینے والوں اور گمراہ لوگوں میں سے ہے . تو اگر کوئی واقعی مانتا ہے کہ طالوت اللہ کی طرف سے معین بادشاہ[2] تھا تو وہ اس کے حکم پر عمل کرے گا اور پانی نہیں پیئے گا.

اور یہ انکار اللہ سبحانہ وتعالی کا انکار ہے ، صرف طالوت کا نہیں ہے . اور یہ دریا **دنیاوی زندگی ہے** . لہٰذا جو کوئی اسے نہیں چکتا وہ مقربین میں سے ہے جو اس سے اپنا لگاؤ ختم کر دیتا ہے . لہٰذا ان کی روح نکالنے کے لئے کسی تعلق یا رسی کو کاٹنے کی ضرورت نہیں پڑتی ، اور جو اس سے چلو بھر لیتا ہے ، اسے روح کو مکمل طور پر نکالنے کے وقت رسیوں کو کاٹنے کی ضرورت پیش آئے گی جو اس نے خود سے باندھ رکھی ہیں . یہ جتنی زیادہ ہوں گی ، اتنی ہی زیادہ تکلیف ہو گی . اور وہ جس نے اس سے اس قدر پیا کہ اس پر نشہ طاری ہو گیا اور وہ بے خبر ہو گیا کہ کیا کہہ رہا ہے، اسے اپنی موت کے وقت نظر آ جائے گا کہ وہ ایک مسمار ہوتی ہوئی چٹان پر رہ رہا تھا اور اس کی موت اس چٹان کا اس سمیت جہنم کی آگ میں گرنا ہو گی .

اور رہا وہ رستہ جس پر چل کر انسان **المقربون** میں شمار ہو سکتا ہے، چاہے اس کے پاس بیوی ، پیسہ ، بیٹا ، گھر اور وہ سب کچھ موجود ہو جو اس دنیا کے لوگوں کے پاس ہوتا ہے ، وہ یہ ہے کہ وہ اپنی دولت کو اسی طرح استعمال کرے جیسے آئمہ علیہم السلام کیا کرتے تھے جب وہ کسی حد کے بغیر غریبوں اور خاص طور پر یتیموں پر خرچ کرتے تھے .

---

[1] سورة البقره (گائے) 2: 249

[2] ترجمان کا کامنٹ : ' ملک' کے معنی محض بادشاہ نہیں آتے ، اقتدار والا بھی آتے ہیں . مقصد اس جملے کا یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص بادشاہت کے قائل ہوجائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم یہ سبق سیکھیں کہ دنیا پر اقتدار محض اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر یہ بات واضح ہوجائے کہ اللہ کی طرف سے کوئی شخص مقرر ہوگیا یا کوئی پہلے سے مقرر کیا ہوا شخص ظاہر ہوگیا تو اسے قبول کرلینا چاہئے اور اس کی اتباع کرنی چاہئے، اور وہ بھی بغیر کسی تاخیر کے .

جہاں تک اولاد کا تعلق ہے تو وہ انھیں اللہ کی خاطر جنگجو بننے کے لئے وقف کر دے گا جو اللہ کے کلام کو سربلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالی انھیں بہترین قبولیت کے ساتھ قبول کرے اور ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے گا . جہاں تک بیوی کا تعلق ہے تو یہ اس کے ساتھ دوستی کو اللہ تعالی کے لئے جدوجہد بنا دیتا ہے اور وہ حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ اسے اللہ سبحانہ و تعالی کی اطاعت اور اس کی معرفت کے اعلی درجات تک پہنچائے .

******